

## عدالت صحابہ رضی

ملک غلام علی صاحب

عدالت کیسے مجروح ہوتی ہے؟ | گزشتہ بحث میں عدالت صحابہ کا صحیح اور حقیقی مطلب و مفہوم بڑی حد تک واضح کیا جا چکا ہے اور یہ بھی ثابت کیا جا چکا ہے کہ الصحابة كلهم عدول محدثین کا ایک خاص اصطلاحی مقولہ ہے جس سے مراد یہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ حدیث نبویؐ روایت کرنے میں راست باز اور صادق القول ہیں اور ان سے کبھی کذب فی الحدیث کا صدور نہیں ہوا۔ اب عدالت صحابہ کا یہ اصول — کوئی اسے عقیدہ کہنا چاہے تو کہے — اس وقت تک مجروح نہیں ہو سکتا جب تک کوئی شخص اس بات کا قائل نہ ہو کہ صحابہ کرام (معاذ اللہ) غلط یا جھوٹی بات بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے منسوب کر دیتے تھے، یا یہ نہ کہے کہ ان سے چونکہ گناہ یا خطا کا صدور ہو سکتا تھا اور ہوا ہے اس لیے ان کے بارے میں یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ شاید وہ جھوٹی حدیث بھی بیان کرتے ہوں اور اس بنا پر صحابہ کرامؓ یا کسی خاص صحابی کی عدالت اور ان کی بیان کردہ روایت کے صدق و کذب کی بھی اسی طرح چھان بین ہونی چاہیے جس طرح دوسرے راویوں کے بارے میں کی جاتی ہے۔ مولانا مودودی ان میں سے کسی بات کے قائل نہیں ہیں، بلکہ ہر صحابی رسول کو بلا استثناء عادل فی روایۃ الحدیث مانتے

ہے جن لوگوں نے اصول حدیث و اصول فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں رہ سکتے کہ ان کتابوں میں جہاں کہیں الصحابة كلهم عدول کا کلیہ زیر بحث آیا ہے وہاں یہ بات بھی بیان کر دی گئی ہے کہ معتزلہ وغیرہ اس بات کے قائل تھے کہ جس طرح دوسرے رواۃ حدیث کی عدالت کا معاملہ تحقیق و تفتیش طلب ہے، اسی طرح صحابہ کرامؓ کا بھی ہے، بالخصوص جن صحابہ نے دو فرق اور اختلاف باہمی کا زمانہ پایا اور ان میں ایک فرق بن کر حصہ لیا، ان کی عدالت تحقیق طلب ہے۔ مگر اہل سنت نے اس قول کو رد کر دیا اور اب اس کے مدد ہونے پر جماع ہے۔

ہیں حضرت معاویہ، حضرت مغیرہ، حضرت عذیر بن عاص رضی اللہ عنہم کی روایت کردہ احادیث کو انھوں نے اپنی کتابوں میں درج کر کے ان سے استدلال و استنباط کیا ہے۔ اس کے بعد آخر کس قاعدے کی بنا پر یہ اتہام جائز ہو سکتا ہے کہ خلافت و ملکیت میں بیان کردہ واقعات سے عدالت صحابہ مجروح ہوتی ہے؟

مدیر ابلاغ نے من مانے طریق پر عدالت صحابہ کی اقسام بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ عقلی طور پر عدالت صحابہ کے تین مفہوم ہو سکتے ہیں: ۱۔ تیسری قسم جیسا انھوں نے بزعم خویش اہل سنت کا مسلک قرار دیا ہے، وہ ان کے الفاظ میں یہ ہے کہ صحابہ کرام نہ تو معصوم تھے اور نہ فاسق۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی سے بعض مرتبہ بقائے بشریت ”دو ایک یا چند غلطیاں سرزد ہو گئی ہوں۔ لیکن توبہ کے بعد انھوں نے توبہ کر لی اور اللہ نے انھیں معاف فرما دیا۔ اس لیے وہ ان غلطیوں کی بنا پر فاسق نہیں ہوئے۔ چنانچہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی صحابی نے گناہوں کو اپنی پالیسی بنالیا ہو جس کی وجہ سے اُسے فاسق قرار دیا جاسکے۔“

مولانا مودودی نے یا میں نے عدالت صحابہ کا جو مفہوم بیان کیا ہے اس کی تائید میں علماء و محدثین اہل سنت کے متعدد اقوال درج کیے جا چکے ہیں اور مزید کیے جا سکتے ہیں، لیکن مولانا عثمانی صاحب نے اپنی وضع کردہ تعریف کے حق میں ایک حوالہ بھی نقل نہیں فرمایا۔ تاہم مولانا مودودی کی کوئی تحریر عدالت کی اس تعریف سے بھی متصادم نہیں ہے۔ عثمانی صاحب اولاً فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نہ معصوم تھے نہ فاسق۔ یہیں پوچھنا ہوں کہ مولانا مودودی نے کس مقام پر کسی صحابی کو فاسق لکھا ہے؟ کیا ان کے صحابہ کو فقط غیر معصوم کہہ دینے یا ان کی کسی غلطی کو بیان کر دینے سے آپ یہ الزام ان پر جڑ دینا چاہتے ہیں؟ اگر اس طرح کے صغیرے کبرے ملا کر الزامات برآمد ہو سکتے ہیں تو جو لوگ پاکدامن خواتین پر جھوٹی شہادت لگاتے ہیں، ان کے متعلق سورہ نور آیت ۴ میں فرمایا گیا ہے کہ اولئک ھم الفاسقون پھر کہہ دیجیے کہ حضرت حسان بن ثابت، حضرت طلحہ بن عمرو، حضرت زینب کی بہن ہیں، یہ سب منراپانے اور توبہ کرنے کے بعد بھی فاسق ہیں بلکہ یہی وہ لوگ ہیں جو فاسق ہیں! یہ آخر کیا طریقہ استدلال ہے؟ مولانا مودودی نے تو فسق یا فاسق کے الفاظ امیر معاویہ کے حق میں استعمال نہیں کیے لیکن آپ چاہیں تو میں اہل سنت کے چوٹی کے علما کی نشان دہی کر سکتا ہوں جنھوں نے یہ الفاظ بھی کہے ہیں فسق یا بدعت کے الفاظ کا کوئی اور شتم کے الفاظ ہرگز نہیں ہیں۔ میں شاہ عبدالعزیز کا قول پہلے نقل کر چکا ہوں جس میں انھوں نے امیر معاویہ کی طرف

اشارہ کرتے ہوئے کہا الفاسق لیس باہل اللعن (فاسق لعن طعن کا مستحق نہیں ہے)،

عدم اطاعت پر فسق کا اطلاق | اب ایک دوسرا قول لیجئے۔ کتاب المواقف قاضی عضد الدین کی تصنیف ہے جس کا

موضوع کلام اور عقائد اہل سنت کا اثبات ہے اس کی ایک ضخیم شرح علامہ سید شریف علی بن محمد الجرجانی (د ۸۸۶ھ)

نے سپرد قلم کی ہے جو شرح المواقف کے نام سے مشہور ہے اس کے اواخر میں ایک باب المواقف السادس فی اسمعیلیت

کے نام سے موسوم ہے۔ اس باب میں وجوب نصب الامام کے زیر عنوان تعظیم صحابہ کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے جو کچھ

علامہ جرجانی نے فرمایا ہے، اس کی پوری عربی عبارت اور پھر اس کا ترجمہ دینا تو موجب طہالت ہے۔ اس لیے میں

شروع کے حصے کا ترجمہ دوں گا اور آخری حصہ عربی میں مع ترجمہ دستق کروں گا۔ پہلے وہ فرماتے ہیں:

”تمام صحابہ کی تعظیم اور ان کی قدح نہ کرنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت و ثنا بیان

فرمائی ہے اور بہت سی احادیث میں بھی ان کی تعریف بیان ہوئی ہے۔ پھر جو شخص ان کی سیرتوں پر

غور کرتا ہے اور ان کے کارنامے، دینی جدوجہد اور اللہ و رسول کے لیے ان کی مالی اور جانی قربانیوں

سے واقف ہوتا ہے تو اس شخص کے دل میں ان کی عظمت شان کے بارے میں کوئی شک باقی نہیں

رہتا اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ باطل پرست صحابہ کرامؓ سے جو مطاعن منسوب کرتے ہیں، ان سے وہ

بری ہیں اور وہ ان پر طعن کرنے سے رک جاتا ہے کیونکہ یہ منافی ایمان ہے۔ ہم اس قسم کے مطاعن

سے اپنی کتاب کو آلودہ نہیں کرنا چاہتے اور بڑی کتابوں میں یہ باتیں پوری طرح مذکور ہیں۔ اگر تم چاہو

تو آگاہی حاصل کرنے کے لیے ان کا مطالعہ کر سکتے ہو۔ جہاں تک صحابہ کرام کے مابین واقع شدہ

فتن و حروب کا تعلق ہے تو معتزلہ میں سے بعض نے تو ان کے وقوع ہی کا انکار کر دیا ہے مگر بلاشک

شبہ یہ انکار مکارہ ہے..... اور جن لوگوں نے ان فتنوں اور لڑائیوں کا اعتراف کیا ہے ان میں سے

بعض نے فریقین کی تغلیط و تصویب کے معاملے میں سکوت اختیار کیا ہے اور یہ اہل سنت کا

ایک گروہ ہے۔“

اس کے بعد فرماتے ہیں:

والذی علیہ الجمهور من الامة هو ان المخطی قتلہ عثمان ومخاربه علی لانہما

اما مان فيجد ما القتل والمخالفة قطعاً الا ان بعضهم كالقاضي ابي بكر ذهب  
ان هذه التخطئة لا تبلغ الى حد التفسيق ومنهم من ذهب الى التفسيق  
كالشيعه وكثير من اصحابنا -

”جمہور امت یعنی امت کی غالب اکثریت جس مسلک پر ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے  
قاتلین اور حضرت علیؓ سے جنگ کرنے والے خطار کا رتھے کیونکہ یہ دونوں خلفاء امام وقت تھے  
اور ان کا قتل اور ان کی مخالفت قطعی حرام تھی، البتہ امت کے بعض علماء مثلاً قاضی ابوبکر باقلانی  
کا موقف یہ ہے کہ یہ خطا تفسیق کی حد تک نہیں پہنچتی۔ اور ان میں ایسے بھی ہیں جو حمار بین علیؓ کی  
تفسیق کے قائل ہیں، مثلاً شیعہ اور ہمارے علمائے سنت کی کثیر تعداد“

۱۳۲۵

دشرح المواقف: جز ثامن، ص ۳۷۳-۳۷۴۔ الطبعة الأولى مطبعة السعدية مصر

اب شرح المواقف کی اس بحث میں چند امور نہایت واضح ہیں۔ اس میں کتاب و سنت سے صحابہ  
کرام کے فضائل و محامد بیان کرتے ہوئے جملہ صحابہ کرام کی تعظیم و تکریم کو واجب قرار دیا گیا ہے اور ان کی توجیہ  
تفہیم سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ہمارے اہل علم اصحاب  
کی بڑی تعداد نے حضرت علیؓ سے لڑنے والوں کی تفسیق بھی کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیق اُس طعن  
اور قدح کی تعریف میں نہیں آتی جس سے ہمیں روکا گیا ہے اور نہ یہ اُس تعظیم صحابہ کے منافی ہے جس کے ہم مامور  
ہیں اور جس کے وجوب کا ذکر شروع میں کیا گیا ہے۔ اس بحث سے مزید یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بلاشبہ اہل سنت کے  
ایک گروہ نے ان مقالات و محاربات کے معاملے میں خاموش رہنے کو ترجیح دی ہے لیکن جمہور امت کے نزدیک  
حضرت علیؓ کے خلاف تلوار اٹھانے والے خاطی تھے اور یہ خطا کثیر من اصحاب کے نزدیک حد تفسیق تک جا پہنچی  
تھی لیکن بعض کے نزدیک اس حد تک نہیں پہنچی تھی۔

کی سچائی کا ہر قول و فعل اجتہاد ہے؛ | مجھے اس بات کو تسلیم کرنے میں ہرگز تامل نہیں ہے کہ بہت سے  
علمائے نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صحابہ کرام سب کے سب مجتہد تھے، اس لیے جن صحابہ نے خطا کی ہے، ان کی خطا بھی  
اجتہادی خطا ہے جس پر وہ دہرے نہیں تو ایک اجوکے مستحق ہیں۔ لیکن اس کے جواب میں میری ٹوہ بہا جن جن

ہے کہ الصحابہ کلمہ مجتہدین بھی کتاب و سنت کی کوئی نص نہیں ہے بلکہ علماء ہی کا بیان کردہ قول ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سب صحابی اجتہاد کے یکساں درجے پر فائز نہیں تھے۔ امیر معاویہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں:

”پس ہر کہ اجتہاد ایشان را نفی کند درست است زیرا کہ در حضور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایشان را آن مرتبہ حاصل نبود۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در بیچ مسئلہ بر صحت اجتہاد حکم فرمودہ تا اجتہاد ایشان معتبر و منعتی بہ نواند شد۔ و ہر کہ ایشان را مجتہد گفت نیز درست گفت زیرا کہ در اخیر عمر بسبب سماع احادیث کثیرہ از صحابہ دیگر بعضی مسائل فقہ دخل می کردند، ہمیں است معنی قول ابن عباس کہ اندہ فقید۔ فتاویٰ عزیزی جلد اول، کتاب خانہ رحیمیہ دہلی، ۱۔“

و جن صحابہ کرام کو مرتبہ اجتہاد کا حضور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاصل نہ ہوا تھا، ایسے صحابہ کرام کے اجتہاد کی نفی کرنا درست ہے اس واسطے کہ ایسے صحابہ کرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں مرتبہ اجتہاد کا حاصل نہ ہوا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے کسی مسئلہ اجتہاد پر تصدیق نہیں فرمائی ہے تا اجتہاد ان کا معتبر اور منعتی نہ ہو سکے۔ اور جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجتہد کہا تو اس نے بھی درست کہا، اس واسطے کہ حضرت معاویہ نے اخیر عمر میں احادیث کثیرہ دیگر صحابہ کبار سے سنیں اور اس وجہ سے بعض مسائل فقہ میں دخل دیتے تھے اور یہی مراد ہے حضرت ابن عباس کا اس قول سے کہ اندہ فقید (وہ فقید ہیں)۔“

فتاویٰ عزیزی ترجمہ سعید ایڈیشن کراچی، ص ۲۱۸، مشکوٰۃ،

تاہم اگر اس اصول کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ صحابہ کرام کلمہ مجتہد تھے، تب بھی ان کے ہر قول و فعل پر اجتہاد کا اطلاق نہیں ہو سکتا، نہ ہر خطا پر اجتہادی خطا کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ بعض افعال پر ماخوذ و محدود کیوں ہوتے اور ان پر توبہ و انابت کی نوبت کیوں آتی؟ بلکہ توبہ کا سوال ہی کیسے پیدا ہوتا؟ آخر جو فعل مبنی بر اجتہاد اور موجب اجر ہے، وہ اس کے ساتھ ہی قابل مواخذہ و تعزیر کیسے ہو سکتا ہے؟

پھر یہ بات میں پہلے واضح کر چکا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس اجتہاد کو باعثِ اجر فرمایا ہے اس کا اصل تعلق حکمِ حاکم سے ہے جو کسی حکمِ شرعی کو کسی جزئی مسئلے پر منطبق کرتے ہوئے صدور میں آیا ہو اور معارضینِ نص یا قطعی البطلان نہ ہو۔ ورنہ تو ایک صحابی قرآن مجید کی ایک آیت سے استنباط کرتے ہوئے شراب کو حلال کر بیٹھے تھے جس پر حدِ باری کی گئی تھی۔ اور پھر چوتھا عبدالعزیز صاحب کا قول امیر معاویہ کے اجتہاد کے بارے میں نقل ہوا، اس کے بعد ذرا آگے شاہ صاحب امیر معاویہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ "اس وقت آپ کا اجتہاد اس درجہ کا نہ تھا کہ آپ اہلِ حل و عقد میں شمار ہو سکتے اور علاوہ اس کے خلافتِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محققین کے نزدیک نص سے ثابت ہے۔"

کون سے امور مجتہد فیہ ہیں اور کس اجتہاد میں غلطی کے باوجود اجر ہے، اسے واضح کرنے کے لیے امام بخاری نے صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة میں دو مستقل باب باندھے ہیں۔ ایک کا عنوان ہے: اذا اجتهد العامل او الحاكم فاخطأ خلافت الرسول من غیر علم و حکمہ مردود لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم، من عمل عملاً لیس علیہ احدنا فهو مردوب۔ جب عامل یا حاکم اجتہاد کرے اور اس میں بنیہ علم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غلطی کرے، اس کا فیصلہ قابل رد ہے کیونکہ آنحضرت نے فرمایا کہ جو ہمارے حکم کے خلاف عمل کرے وہ عمل مردود ہے۔ اس کے بعد امام بخاری کے دوسرے باب کا عنوان ہے: اجرا لحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ۔ حاکم کا اجر جب اس کا اجتہاد درست ہو یا غلط ہو۔ بہر کیف یہ بات نہایت واضح ہے کہ ایک صحابی کے ہر قول و فعل پر نہ اجتہاد کا اطلاق ہو سکتا ہے اور نہ ہر غلطی وہ اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے جو از روئے حدیث موجبِ اجر و ثواب ہے۔

حضرت علی کے بالقابل حضرت معاویہ نے جو موقف اختیار کیا، اُسے حق بجانب ثابت کرنے کے لیے بعض اصحاب ان احادیث کا سہارا لیتے ہیں جن میں حضرت علی کو اونی الطائفین من الحق کہا گیا ہے یا جن میں فاتین عظیمین من المسلمین کا ذکر ہے۔ استدلال یہ ہے کہ جب حضرت علی کو حق سے قریب تر قرار دیا گیا،

لہ شاہ صاحب کا اشارہ الخلفاء بعدی ثلاثون سنة .. نقلتک قنہ باعینہ ... وغیرہ ارشادات نبویہ

کی جانب ہے، جیسا کہ ان کی اور ان کے والد ماجد کی دوسری کھیرات سے واضح ہے۔

تو مطلب ہوا کہ حضرت معاویہ کا گروہی معاہدہ بت میں حق پر ہی ہوا، گوکہ قرسبن الحق و بصوابت ہوا لیکن یہ مٹی کسی اور غلط راستہ  
 نہیں ہے۔ ایک فرد یا جماعت کی تعریف و توسیف اگر بصیغہ فعل تفضیل کی جائے تو اس سے بالمقابل فریق یا متقابل طرز عمل کی توسیف کا  
 پہلو لازماً نہیں نکلتا۔ مثال کے طور پر سورہ بقرہ آیت ۲۲۲ میں فرمایا کہ جب تم حورتوں کو طلاق دو اور وہ عقد پوری کر لیں تو  
 انہیں نکاحِ ثانی سے نہ روکو، پھر فرمایا کہ ذَلِكُمْ اَدْنٰی لَكُمْ وَاَطْهَرُوْهُ تَبَارَكُ يَسْ لِيْ زِيَادَةً تَحْرٰوِدُ بِاَكْبَرِهٖ طَرَفِهٖ تے، اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ  
 اگر تم ان کے نکاح میں مزاحم ہو گے تو یہ بات بھی پاکیزہ و پسندیدہ ہوگی۔ اسی طرح سورہ بقرہ آیت ۷۸، میں حضرت لوط اپنی قوم کے  
 کہتے ہیں کہ اگر تم عورتوں سے ازدواجی تعلق قائم کرو تو یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ و اظہر نکم ہے، کیا اس قول  
 کا اشتہار یہ ہو سکتا ہے کہ دوسری غیر فطری عادتِ بد بھی کسی درجے میں طہارت کی حامل قرار دی جائے، اسی  
 طرح سورہ زعفران (۲۴) میں نبی کی زبانی فرمایا: قَالَ اَوْ لَوْ جِئْتُمْ بِاَهْدٰى مَسًا وَّجُدْتُمْ عَسٰى  
 اَبَا ذِكْرٍ۔ اب یہاں انبیاء کرام پر نازل شدہ تعلیم کو احمدی زیادہ موجب ہدایت قرار دینے سے یہ لازم  
 نہیں آتا کہ مشرکین اور ان کے باپ دادا جس روش پر تھے وہ بھی کسی درجے میں ہدایت پر مبنی تھی۔ باقی رہی  
 حضرت حسن کے مناقب والی حدیث جس میں آپ کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں  
 صلح کی بشارت ہے تو اس میں شک ہی کیا ہے کہ آنجناب کے مصالحانہ رویے سے ایک ٹھیکرا ختم ہوا  
 جس کے دونوں فریق بلاشبہ مسلم و مومن تھے، لیکن اس حدیث میں کسی گروہ کے برسرِ حق یا ناقص ہونے کا ذکر نہیں  
 ہے۔ برکت ایک قول یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور آپ کے ساتھیوں کی غلطی اجتہادی غلطی تھی،  
 ایک قول یہ ہے کہ یہ خطا تھی مگر حد تفسیق کو نہیں پہنچتی، ایک قول یہ ہے کہ اس حد تک پہنچتی ہے مولانا مؤذنی  
 نے اس کے بین بین موقف اختیار کیا ہے کہ یہ اجتہادی غلطی نہیں، نیت کی غلطی تھی نہیں بعض غلطی ہے  
 یہ موقف قطعی طور پر احوط و اسلم ہے کیونکہ اس میں امیر معاویہ کے بارے میں اشارتہ و کنایہ بھی نکتہ کارئی  
 حکم نہیں لگایا گیا ہے۔ ان سارے اقوال کے قائلین اہل سنت ہی کے افراد، بلکہ ائمہ اہل سنت میں شمار  
 ہوتے ہیں۔ پھر سیری مجھ میں نہیں آ رہا کہ آتِ نکل اہل سنت کی یہ کونسی قسم وجود میں آئی ہے جو ان اقوال میں  
 سے کسی قول کو عدالتِ صحابہ کے منافی یا مسلک اہل سنت کے مخالف سمجھ رہی ہے۔ اَهُمْ يَفْسِمُوْنَ  
 رَحْمَتَ رَبِّكَ۔ کیا مدیرِ ابلاغ اس بات سے بے خبر ہیں کہ احناف کی فقہ و اصول فقہ کی کتابوں میں یہ اصول

بھی درج ہے کہ غیر فقہیہ راوی کی حدیث خلاف قیاس ہوگی تو وہ قابل قبول نہ ہوگی۔ پھر اس وضع کردہ اصول کی روشنی میں حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ جیسے جلیل القدر اور کثیر الروایہ صحابہ کرام کو غیر فقہیہ قرار دے کر ان کی بعض نہایت صحیح و مرفوع احادیث کو ترک کر دیا گیا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ ان صحابہ کرام کو غیر فقہیہ اور ان کی مرویات کو ناقابل قبول قرار دینا، الصحابہ کلمہ معدولہ و کلمہ مجتہدون کے اس مفہوم سے نہیں ٹکراتا جس کا دعویٰ آپ کر رہے ہیں؟ کیا کوئی صحابی بکثرت غیر فقہیہ اور پھر مجتہد بھی ہو سکتے ہیں؟

توبہ و عفو کی غیر ضروری بحث | ادب و البلاغ نے یہ جو لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام سے بعض مرتبہ بیغاضائے بشریت ”دو ایک یا چند غلطیاں سرزد ہو گئی ہوں لیکن توبہ کے بعد انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ نے انہیں معاف فرما دیا، مناسوہ نہیں یہ بات نکلنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور اس سے کیا ثابت کرنا مقصود ہے؟ کیا مولانا مودودی نے یہ بات کہیں بیان کی ہے کہ فلاں صحابی نے کسی غلطی پر توبہ نہیں کی، اللہ نے انہیں معاف نہیں فرمایا اور وہ اس غلطی اور عدم توبہ کی بنا پر معاذ اللہ، عادل نہیں رہے؟ مولانا نے صرف غلطیاں اور ان کے تاریخی نتائج و عواقب بیان کر دیئے ہیں۔ یہاں توبہ و معافی کا سوال ہی خارج از بحث ہے۔ بعض افعال ایسی اجتماعی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں کہ توبہ اور توبہ کے باوجود ان کے اثرات تترتب ہو کر رہتے ہیں اور خلافت و ملوکیت میں جو کچھ بحث ہے اسی نقطہ نظر سے ہے، ورنہ توبہ کا امکان تو ہر مسلمان کے لیے آخر وقت تک یقیناً موجود ہے۔ بلکہ شرک کے ماسوا ہر مسلمان کا ہر گناہ بلا توبہ بھی معاف ہو سکتا ہے جیسا کہ اللہ نے اپنی کتاب میں صراحت فرمادی ہے۔ پھر عفو و مغفرت کے اس اصولی امکان کے علاوہ متعدد صحابہ کرام کی سچی توبہ کا بیان بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے اور ساتھ ہی ان غلطیوں کا بیان اور ان پر تبصرہ بھی موجود ہے جن پر توبہ کی گئی تھی۔ توبہ کے بعد بھی ان واقعات کی نشان دہی اور ان پر تنقید کتاب و سنت میں اس وجہ سے ضروری سمجھی گئی کہ دوسرے عبرت و نصیحت حاصل کریں اور بعد کے لوگوں نے بھی اسی غرض کے لیے انہیں بیان کیا۔ مثلاً پہلے راج ہو چکا کہ ابن حجر نے جو کتاب خاص طور پر امیر معاویہ کے دفاع میں لکھی اُس میں بھی الصحابہ کلمہ



عدول سے آغاز کا نام کرتے ہوئے یزید کی ولی عہدی پر سخت تنقید کی اور یہاں تک لکھا کہ اگرچہ حضرت معاویہؓ کو اللہ اس پر معاف فرما دے گا، مگر انہوں نے امت کو تباہی سے دوچار کر دیا اور جو شخص اس معاملے میں ان کی پیروی کرے گا آگ میں جائے گا! حضرت معاویہؓ نے جو مجاہدہ و مفادہ حضرت علیؓ کے خلاف کیا ہے اس پر عفو و توبہ کا امکان، یا بر بنائے حسن ظن میں کا وقوع تسلیم کر لینے کے باوجود یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضرت علیؓ کے مخالفین و منازعین میں سے دوسرے افراد صحابہؓ کا اپنے فعل پر ندامت و رجوع جس قطعیت کے ساتھ ثابت ہے، ویسا حضرت امیر معاویہؓ سے ثابت و مذکور نہیں ہے۔ حضرت عائشہؓ تا تو جنگِ جمل کو یاد کر کے اتنا رویا کرتی تھیں کہ آپ کی اڑھنی تر ہو جایا کرتی تھی یہی وجہ ہے کہ علمائے اہل سنت نے اس فرق کو واضح طور پر بیان کیا ہے مثال کے طور پر عبدالمکرم شہرستانی "الملل والنحل" میں امام ابو الحسن اشعریؒ کا قول لیں نقل فرماتے ہیں: قال لانقل فی عائشۃ وطلحۃ والزبیر الا انہم رجعوا عن الخطا وطلحۃ والزبیر من العشورۃ المشرین بالحنۃ و لانقول فی معاویۃ و عمر بن العاص الا انہما بغیا علی الامار الحق الملل والنحل جلد اول صفحہ ۱۴۵ مکتبۃ الحسین، قاہرہ ۱۳۶۸ء۔

امام الاشعریؒ کا قول ہے کہ ہم عائشہؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ کے متعلق یہی کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی غلطی سے رجوع کر لیا اور طلحہؓ و زبیرؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور ہم معاویہؓ اور عمرؓ بن عاص کے متعلق اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ انہوں نے امام حق کے خلاف بغاوت کی۔

اب یہاں امام ابو الحسن جس طرح ایک فرقہ کے رجوع کا ذکر ہے میں اور دوسرے کا نہیں کر رہے، اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضرت عمرؓ بن العاص کا رجوع عن الخطا اس طرح ثابت نہیں ہے جس طرح حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کا ثابت ہے؟

کیا تخوین و تحریص غلط الزام ہے | البلاغ میں یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے کہ "خلافت و لو کیت میں حضرت معاویہؓ کے متعلق مندرجات کو اگر درست مان لیا جاتے... اگر یہ چارج شیٹ درست ثابت ہو جاتے... اگر یہ تمام جرائم ان کے سرخو پ ویٹے جائیں، تو انہیں فسق سے کیسے بری کیا جاسکتا ہے؟ اس طرز بیان و انداز استنبہام کا صاف مدعا یہ ہے گویا کہ امیر معاویہؓ کی جن غلطیوں کا ذکر اس کتاب میں ہے

وہ سب اپنے پاس سے گھر کر مصنف نے حضرت معاویہؓ کے سر منڈھ دی ہیں۔ میں اگرچہ ان میں سے ایک ایک چیز کا ثبوت نقل و عقل کے ناقابل تردید دلائل کے ساتھ پیش کر چکا ہوں، لیکن یہاں میں دوبارہ ان کا مختصر جائزہ لیے لیتا ہوں۔ عثمانی صاحب کے نزدیک اولین غلط الزام یہ ہے کہ امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے کے لیے خوف و طمع کے ذرائع سے بیعت لی، رشوتیں دیں اور قتل کی دھمکیاں دیں۔ اب میں ان کے والد صاحب اور دوسرے علماء و مؤرخین کے اقوال درج کرنا شروع کر دوں تو بات بھی لمبی ہوگی اور شاید انہیں تاریخی روایات کہہ کر ان سے اعراض کیا جائے گا۔ اس لیے میں صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خندق کی ایک حدیث مع ترجمہ یہاں دیتا ہوں:

عن ابن عمر قال دخلت على حفصة ونسواتها تنطع، قلت قد كان من امر الناس ما ترين فلم يجعل لي من الامر شيئا - قالت الحق بهم فانهم ينتظرونك و  
اخشى ان يكون في احتباسك عنهم فرقة - فلم تدع حتى ذهب - فلما تفرقت  
الناس خطب معاوية قال من كان يريد ان يتكلم في هذا الامر فليطع لنا فترده  
ولحن الحق به منه ومن ابیه - قال حبيب بن مسلمة فهلا اجبته؟ قال عبد  
فحللت جوتي وهممت ان اقول الحق بهذا الامر منك من قاتلك و اباك على  
الاسلام - فخشيت ان اقول كلمة تفرق بين الجمع وتنفك الدم ويجعل عني  
غير ذلك - فذكرت ما اعد الله في الجنان - قال حبيب حفظت و عصمت -

”حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے غسل کیا تھا اور پانی کے قطرے ان کے بالوں سے گر رہے تھے۔ میں نے حفصہؓ سے کہا کہ لوگوں کا حال آپ دیکھ رہی ہیں۔ میرا امارت و خلافت کے معاملہ میں کوئی دخل نہیں رہنے دیا گیا۔ وہ بوسیں: آپ جاتیں تو سہی، لوگ آپ کے انتظار میں ہیں اور مجھے خطرہ ہے کہ آپ اگر وہاں نہ گئے تو تفرقہ پیدا ہوگا۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ وہ بھی اجتماع میں چلے نہ گئے۔ جب لوگ جدا جدا مکڑیوں میں بٹھیر گئے تو امیر معاویہؓ نے تقریر

کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص بھی امارت یا ولی عہدی کے معاملے میں زبان کھولنا چاہتا ہے، وہ ذرا اپنا سینک تو اودنچا کر کے دکھاتے ہم اس سے اور اس کے باپ سے بھی زیادہ امارت کے مستحق ہیں۔ حبیب بن مسلمہ (جو حضرت ابن عمرؓ سے یہ رُوداد سن رہے تھے) نے پوچھا کہ آپ نے کوئی جواب امیر معاویہؓ کو نہ دیا ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنی چادر وٹھیلی کی تھی اور ارادہ کیا تھا کہ میں ان سے کہوں: تم سے زیادہ خفدار امارت کا وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ ابو سفیان سے اسلام کی خاطر قتال کیا پھر میں ڈر گیا کہ میری بات سے تو اور زیادہ تفریق پیدا ہوگی، حتیٰ کہ خونریزی تک نوبت جا پہنچے گی اور میری بات سے کوئی دوسرا ہی مطلب اخذ کیا جائے گا پس میں نے جنت میں اپنے اجر کو یاد کیا (اور خاموشی برتی)۔ حبیب کہنے لگے کہ آپ نے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا، بچا لیا۔“

اس روایت کو بعض محدثین نے واقعہ تنکحیم اور بعض نے بیعت یزید سے متعلق قرار دیا ہے۔ بہر کیف دونوں میں سے جو صورت بھی ہو، اس حقیقت سے انکار نہیں ہے کہ امیر معاویہؓ ایک مجمع کو خطاب کر رہے تھے اور تہدید و تحریف کے انداز میں فرما رہے تھے کہ ہم خلافت کے زیادہ حقدار ہیں، ہمارے سامنے کون ہے جو سراٹھاتے؟ اس پر حضرت ابن عمرؓ جواب دینے سے رک گئے اور یہ جانتے ہوئے رک گئے کہ میرے جواب کو غلط معنی پر محمول کر کے مجھے بھی مدعی خلافت سمجھ لیا جائے گا اور ملواری کشی اور خون خرابے تک معاملہ جا پہنچے گا۔ پھر اس کے بعد حبیب جو امیر معاویہؓ کے خاص رفقاء میں سے تھے اور سارے حالات سے پوری طرح باخبر تھے، ان کا حضرت ابن عمرؓ سے یہ کہنا کہ آپ تو بچ گئے اور محفوظ ہو گئے، ورنہ بات کرتے تو شامت بلاتے، یہ پورے سلسلہ گفتگو آخر کس سنگین صورتِ حالات پر دلالت کر رہا ہے؟

اس کے بعد بھی شاید مولانا عثمانی صاحب تو یہی کہیں گے کہ ”خوف و طمع کے ذرائع“ استعمال کرنے کا الزام پہنچنے والا مولانا مودودی نے گھڑا ہے؟ اسی لیے انہوں نے ولی عہدی یزید پر بحث کے دوران میں ایک واقعہ امیر معاویہؓ اور حضرت سعید بن عثمانؓ کی گفتگو کا وہ حصہ نقل کر دیا تھا جس میں یزید کو ولی عہد بنانے کی شکایت تھی لیکن وہ حصہ حذف کر دیا تھا جس میں یہ مذکور تھا کہ اس شکایت کے جواب میں حضرت سعید کو خراسان کی گزرنی دی گئی تھی۔